ہندوستان میں قانونِ شریعت کے نفاذ کا مسئلہ

از جناب مولوی سید عقیل محمد صاحب بی ایس سی۔ ایل ایل بی (علیگ)

(۳)

قانونِ شریعت کے نفاذ کا مطالبہ

دار القضاء کا مسئلہ ہنوز روشن دماغوں کی اندرونی آرائش کے سوا معرض وجود میں نہیں آسکا ہے اور نہ عام طور پر مسلمانوں کی تحریر و تقریر میں اُس کا تذکرہ ہوتا ہے۔ یہ تو کہاں ممکن تھا کہ اُس کی ہیئت ترکیبی پر غور کیا جاتا اور اُس کے امکانی مقاصد کو وضع کیا جاتا۔ اگر کسی سنجیدہ ذہن میں اس مسئلہ کا گذر ہوتا ہی تو صرف اتنا کہ نکاح و طلاق کی ایک دھندلی تصویر پیدا ہو کر فرو ہو جاتی ہے۔ موجودہ دور میں یہ آواز سُننے میں آتی ہے کہ مسلمان آزاد ہندوستان میں آزاد اسلام کے طالب ہیں۔ جس کے اصل معنی یہ ہیں کہ اگر مسلمان جسمانی اور شہری حیثیت سے بام آزادی تک پہنچ جائیں، مجالس قانون ساز اور سرکاری ملازمتوں میں اُن کے پورے پورے حقوق ملجائیں، مگر اُن کے مذہب کا کوئی حصّہ کسی بیرونی بندش میں اُلجھا رہے تو ایسی آزادی مشتِ خاک کی برابر بھی وقعت نہیں رکھتی۔ سیاسی آزادی اُسی وقت قابل قدر ہے جبکہ ہم اسلامی احکام کے بموجب اپنی زندگی کے پورے پورے کفیل ہوں۔ افسوس ہے کہ ہمارے حوصلے اکثر حقوق کے مسئلہ پر ختم ہو جاتے ہیں، اور اُن کو ہم پڑھے ہوئے طوطے کی طرح دُہراتے رہتے ہیں۔ ہمارے عوام و خواص نے شرعی قانون کے نفاذ پر ایک دفعہ بھی اس طرح حصر نہیں کیا جیسا کہ حقوق کا مسئلہ ہماری سیاسی بیداری کا مرجع اور ہماری جملہ مساعی کا اوّل و آخر بنا ہوا ہے۔ مزید برآں موجودہ دور میں اقلیت کے خطاب نے ہماری

ہمتوں کو پست اور خیالات کو اس قدر ماؤف بنا دیا ہے کہ ہمارا جائز بلکہ ضروری معیار زندگی بھی ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا ہے۔ ہم کو بہ اقرار خود اپنی اجتماعی زندگی کے مختلف شعبے حقوق کی ایک لمبی فہرست کی شکل میں نظر آنے لگے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ اس میں سے جو کچھ ہم کو مل جاتا ہے اس پر احسانمندی کی توقع کی جاتی ہے اور باقی کے لیے ہماری حیثیت ایک منتظر سائل کی رہجاتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اقلیت اور اکثریت میں ہرگز سائل اور مسئول کا رشتہ نہیں ہو سکتا، بلکہ جب ملک آزاد ہے تو دونوں اپنے جداگانہ تمدن و تہذیب کے ساتھ آزاد ہیں، نہ ایک دوسرے کے کاموں میں دخیل یا معترض ہو سکتے ہیں، نہ حسد و رقابت کو ان امور میں گنجائش ہے۔ سیاست کے اس بنیادی نظریہ کو مد نظر رکھ کر مسلمانانِ ہند کو لازم ہے کہ وہ اپنی اجتماعی زندگی کے آئندہ طرز کو پورے طور پر ظاہر کر دیں۔ جواب تک ایک بیرونی طاقت کے جبر و استبداد کے سبب سے اختیار نہیں کیا جا سکا اور وہ یہی طرز ہے کہ ہم صرف مسلمانوں کے لیے اندرونِ ملک میں ایسا نظام قائم کرنا چاہتے ہیں جو ہماری مذہبی اور اخلاقی ضروریات کی بنا پر مرتب ہو گا اور اسلامی اصول کے بموجب ہمارے نشو و نما کا نگراں ہو گا۔ ساتھ ہی ساتھ ہم برادرانِ وطن کو کمال مسرت سے ہر صوبہ اور ہر گوشہ میں اس طرز پر قائم ہونے کی اجازت دیتے ہیں۔ ہم اپنے کام کی ابتدا، گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۳۵ء سے کرتے ہیں اور ہندوستان کی بسنے والی دیگر اقوام سے کہتے ہیں کہ ان کے وطنی اخلاص اور رواداری کی یہ ایک کسوٹی ہے، وہ کسی حیثیت سے اس مبارک اقدام میں ہمارے آڑے نہ آئیں۔ آگے چل کر بالیقین ہم یہ مطالبہ کرینگے کہ ہندوستان کے دستور اساسی میں وہ تمام قیود حذف کر دیے جائیں جو ہمارے مجوزہ نظام پر عارض ہوں۔

دار القضاء کے اجمالی مقاصد

مقصد مذکور کے ماتحت دار القضا، کا دائرہ صرف ازدواجی معاملات پر ختم نہیں ہو سکتا بلکہ فی الحال اس کی ہیئت ترکیبی میں مندرجہ ذیل عنوانات شامل ہونگے۔

(۱) ازدواجی معاملات (۲) اوقاف اسلامیہ کا نظم و ترقی (۳) شہری اور دیہاتی رقبہ میں اسلامی مکاتب کی نگرانی اور قیام (۴) اسلامی تخیل کے بموجب بعض معاشرتی اور اخلاقی جرائم کی تعریف اور اُن کے انسداد کے لیے تعزیری اختیارات (۵) اسلامی بیت المال (۶) یتیموں محتاجوں، اور بے روزگاروں کی امداد۔ ان باضابطہ مقاصد کے علاوہ بے ضابطہ طریقہ پر ہمارے دار القضا، صرف مسلمانوں کے لیے تبلیغی ادارے بھی سمجھے جائینگے اور مناسب فرائض اس بارے میں انجام دینگے۔

"ازدواجی" معاملات کی بابت سطور بالا میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔

اوقاف اسلامیہ اوقاف کا انتظام مختلف صوبوں میں مختلف طور پر ہو رہا ہے اور بیشتر صوبوں میں تحفظ اوقاف کے لیے مخصوص قوانین نہیں ہیں بلکہ ضلع جج کو اس باب میں قاضی اسلام کے اختیارات حاصل ہیں اور بیشمار مہتم بالشان فرائض کے درمیان اوقاف کی متفرق مد ان اجلاسوں میں رہتی ہے۔ بعض صوبوں میں اس ضرورت کا زیادہ لحاظ کیا گیا، اور یو پی میں اول بار ۲۳ء میں اور اب ۳۶ء میں وقف ایکٹ منظور ہوا جو ہنوز نافذ نہیں ہوا ہے۔ اس ایکٹ میں اوقاف کی نگرانی ایک مرکزی بورڈ کے سپرد کی گئی ہے جس کی تشکیل بذریعہ انتخاب کے ہوگی اور اُس میں تین علمار کی شرکت بھی لازمی قرار دی گئی ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس شعبہ کو دار القضا کے سپرد کیا جائے اور مرکزی بورڈ کے بجائے ایک صوبجاتی دائرۂ قضار مقرر کیا جائے۔ خلفار اسلام کے دیرینہ دستور العمل کے بموجب اوقاف کا نظم و نسق ہمیشہ قاضی کے ہاتھ میں رہا اور ڈسٹرکٹ جج کو بھی بحیثیت قاضی کے یہ اختیارات حاصل ہوئے لہذا اوقاف کا صیغہ بطور ایک لازمی نتیجہ کے دار القضار کے تحت میں آنا چاہیے۔ دار القضا ایکٹ کی تکمیل اور منظوری ہونے پر "یو پی مسلمان وقف ایکٹ ۳۶ء" یا ایسے دیگر قوانین منسوخ کر دیے جائینگے۔

تعلیمی نگرانی تعلیم کا مسئلہ بھی سہل ہے کیونکہ موجودہ عملدرآمد یہ ہے کہ مکاتب اسلامیہ اپنے اندرونی انصرام میں آزاد سمجھے جاتے ہیں، بالخصوص دیہاتی رقبہ میں۔ ڈسٹرکٹ بورڈ یا میونسپل بورڈ مالی اعانت کرتی ہیں

اور محکمۂ تعلیم کے چھوٹے افسران کبھی کبھی دورہ کرکے اُن کی جانچ کرتے ہیں۔ البتہ شہروں میں میونسپل بورڈ کے قائم کردہ اسلامی اسکولوں پر بورڈ کا براہِ راست تصرف رہتا ہے مگر آئندہ دیہاتی رقبہ میں دارالقضاء کو مکاتب اسلامیہ پر واقعی اختیارات نگرانی کے حاصل ہونے چاہئیں اور انہی کی رپورٹ پر ڈسٹرکٹ بورڈ کی امداد کا دارومدار ہونا چاہیے۔ شہری حلقوں میں نصاب تعلیم کی نگرانی تمام تر دارالقضاء کے سپرد رہنی چاہیے، گویا اُس کی تمثیل وہی ہے کہ دیہاتی رقبہ میں ڈسٹرکٹ بورڈ کے امدادی مکاتب میں محکمۂ تعلیم کے افسران کو جو مداخلت حاصل ہے وہ زیادہ نمایاں طور پر دارالقضاء کو شہری اسلامی مکاتب پر ہونا ضروری ہے۔ یہ کوئی وجہ مانع نہیں ہے کہ مالی اعانت میونسپل بورڈ سے ملتی ہے اس لیے تصرف بھی اُسی کا ضروری ہے۔ مختلف محکمہ جات میں باہمی اعانت کا پایا جانا باوجود مالی رشتہ نہ ہونے کے کوئی فقید المثال امر نہیں ہے۔

شرعی تعزیرات مروجہ تعزیرات ہند بداخلاقیوں پر چشم پوشی کے سبب سے مسلمانوں کے لیے جس قدر قابل شکایت ہے وہ اظہر من الشمس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک متوسط الخیال انسان بھی اُس کی تمام ظریفیوں پر نفرت کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اس ایکٹ یا دیگر متعلقہ قوانین کے بموجب گھر میں بیٹھ کر جُوا کھیلنا کوئی جرم نہیں ہے۔ شراب خواری بالکل جائز ہے بشرطیکہ امن عامہ میں مخل نہ ہو۔ غیر منکوحہ کے ساتھ اُس کی رضامندی سے زنا کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اُس کی عمر چودہ سال سے کم نہ ہو۔ منکوحہ عورت کے ساتھ برضامندی زنا کرنے میں اور منکوحہ عورت کے اغوا میں صرف مرد مجرم ہوتا ہے، عورت پر کوئی الزام عائد نہیں ہوسکتا وغیرہ وغیرہ۔ افسوس ہے کہ ان قوانین کی ترمیم کے لیے کافی ذرائع موجود نہیں ہیں، مگر دارالقضاء کو مسلمانوں کی ان بداخلاقیوں کے تدارک پر متعین کیا جاسکتا ہے، جن پر تعزیرات ہند ساکت ہو یا بالخاصہ کوئی انسداد پیش نہ کرتا ہو جس کی مثالیں حسب ذیل ہیں:-

(۱) جُوا کھیلنا (۲) شراب خواری اور دیگر اقسام نشہ جو شرعاً ممنوع ہیں (۳) اولاد کا ماں باپ

کوزدوکوب کرنا (۴) شوہر کا زوجہ کے ساتھ وحشت آمیز یا بربریت کا برتاؤ کرنا (۵) شارع عام پر ستر شرعی کھولے ہوئے پھرنا (۶) مسلمان عورتوں کا کسب کا پیشہ اختیار کرنا (۷) مسلمان عورتوں یا مردوں کا شارع عام پر گانا بجانا (۸) کتابی شکل میں فواحشات کی تجارت کرنا (۹) سنیما اور تھیٹروں کا دیکھنا اور اُن کا پیشہ اختیار کرنا (۱۰) مکانات اور آراضیات موقوفہ یا قبرستانوں کو مسلمانوں کا دیدہ و دانستہ خلاف شرع منتقل کردینا (۱۱) اولیاء کا یتیموں اور نابالغوں کے اموال میں خیانت کرنا (۱۲) مساجد اور متبرک مقامات میں دنگا فساد کرنا (۱۳) الحاد اور دہریت کی کھُلم کھلا تائید کرنا اور اسلام کے مخالف تحریرات شائع کرنا۔

اگر اسلامی دارالقضار کو امور مذکورۂ بالا میں مناسب اختیارات تفویض کردیے جائیں اور اُس پر صحیح عملدرآمد ہونے لگے تو تھوڑے عرصہ میں عظیم فوائد پیدا ہونے کا امکان ہے۔ اس تجویز کی بھی قومی تمثیلات موجودہ ترقیات میں پائی جاتی ہیں، جیسا کہ وقف ایکٹ میں متولیوں کے خلاف بعض تعزیری اختیارات دیے گئے ہیں، یا اسٹامپ ایکٹ اور محکمۂ رجسٹری کے قانون میں بعض مخصوص جرائم اسٹامپ اور رجسٹری کی آمدنی کو برقرار رکھنے کے لیے وضع کیے گئے ہیں، اور تعزیرات کا نیا باب کھولا گیا ہے اسی طرح پر الیکشن کے متعلق غلط شناخت، یا فرضی کارروائیوں کے انسداد کے لیے ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کے بعد ایک جُداگانہ باب تعزیرات کا قائم کیا گیا اور اب یہ عام طور پر کہا جارہا ہے کہ میونسپل بورڈوں کو شہری پولس کے انتظام پر دسترس ہونی چاہیے تاکہ پولس کی ذہنیت تبدیل ہوجائے۔ اگر ان امثال کے پیش نظر ہم دارالقضار ایکٹ میں اخلاقی تعزیرات کا مطالبہ کریں تو بعید نہ ہوگا اور کسی سیاست داں کو ہمارے مطالبہ پر معترض ہونے کا حق نہیں پہنچتا۔

اسلامی بیت المال اسلامی بیت المال بظاہر ایک مختصر سُرخی ہے مگر اس کے ذیل میں اہم تفصیلات رُنما ہوتی ہیں۔ اس بڑی اسلامی ضرورت کا خیال ہندوستانی مسلمانوں کے ذہنوں میں ایک عرصہ سے موجود ہے اور مختصر شہروں میں مقامی انجمنیں اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لیے پائی جاتی ہیں۔ مگر اُن کا دائرۂ عمل

غایت درجہ محدود رہا، اور نہ ایسی کوششیں دیرپا اور بار آور ثابت ہوئیں۔ اصل یہ ہے کہ بغیر قانونی طاقت کے بیت المال کا نظم قائم ہونا ناممکن ہے جو زکوٰۃ کی صحیح تشخیص، وصولیابی اور صرف پر مبنی ہے۔ ہمارے ملک میں محکمۂ انکم ٹیکس موجود ہے جو انکم ٹیکس ایکٹ کے ماتحت کام کرتا ہے۔ یہ کوئی دشوار امر نہیں ہے کہ اس ایکٹ میں ایک باب مد زکوٰۃ کی بابت اضافہ کردیا جائے جس میں تشخیص زکوٰۃ کے شرعی قواعد مندرج ہوں اور غلط وصولیابی پر واپسی کے اختیارات بھی ہوں، البتہ یہ ضروری ہے کہ ان قواعد کے بموجب ادا کنندگان کی مالی حیثیت کی تشخیص کی ذمہ داری انکم ٹیکس کے افسران پر رکھی جائے اور واقعات پر اُن کی تجویز مختتم سمجھی جائے، مگر ان واقعات کی بناء پر رقم کی تشخیص کی بابت شرعی قانون کے مطابق اگر کوئی عذر ہو تو دارالقضاء کو انکم ٹیکس افسران کے فیصلوں کی اپیل سماعت کرنے کے اختیارات حاصل ہوں جو اصحابِ نصاب زکوٰۃ کو بطور خود صحیح طور پر ادا اور صرف کر رہے ہوں جس کی پوری تحقیق کرلی جائے اُن کو مستثنیٰ قرار دے دیا جائے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ محکمہ انکم ٹیکس ہر صوبہ کے زکوٰۃ کے محاصل کو اُس کے مرکزی دائرۂ قضا میں ارسال کردے اور وہاں سے اضلاع کو تقسیم ہو کر زکوٰۃ کے مصارف کا تمامتر دارالقضاء ذمہ دار ہوگا۔ زیادہ عرصہ نہیں ہوا ہے کہ مرکزی اسمبلی نے حج بل منظور کیا ہے جس کا مقصد حُجاج کو سہولت بہم پہنچانا ہے کیا اسی طریقہ پر زکوٰۃ کی بابت مناسب قوانین کا نافذ کرنا کوئی غیر معمولی اقدام ہوگا؟ واضح ہو کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی آبادی ایک تہائی کے قریب ہے، اور صیغۂ انکم ٹیکس ایک آل انڈیا قومی محکمہ ہے اس لیے اس سلسلہ میں اس محکمہ پر کسی مزید ذمہ داریوں کا عائد ہونا کوئی بار گراں تصور نہ ہونا چاہیے، نیز اُس کے افسران اپنے موجودہ فرائض کی انجام دہی کے دوران میں قریب قریب اُن تمام معلومات سے گذرتے ہیں جو تشخیص زکوٰۃ کے لیے ضروری ہونگی۔ صرف اصول قائم ہونا باقی ہے اور پھر عُمّال متعلقہ خانہ پُری کرنا شروع کردینگے۔ تشخیص اور وصولیابی کو دارالقضا کے سپرد کرنا بہت زیادہ طوالت کا باعث ہوگا اور محکمہ کے مصارف ناقابلِ برداشت ہوجائینگے۔

دارالقضاء کی مالی مشکلات کا حل

بحیثیت ایک صوبائی صیغہ کے دارالقضاء کے قیام کے ذیل میں سب سے بڑا اعتراض صوبہ کی حکومتوں کی طرف سے مالی مشکلات کی نسبت ہوگا، یہ حکومتیں عذرخواہ ہونگی کہ آراضیات پر لگان اور مالگذاری کی تخفیف، دیہاتی آبادی کی فلاح کی اسکیمیں، عام جبریہ تعلیم، شراب کی فروختگی کی بندش وغیرہ ایسی اہم ضروریات ہیں جن کا بجٹ میں ترجیح دینا ناگزیر ہے، پھر ایسی صورت میں کسی فرقہ وارانہ شعبہ کے لیے روپیہ برآمد کرنا نہ صرف دشوار بلکہ بالکل بے محل ہے، وہ یہ بھی کہینگے کہ مثلاً یوپی میں مسلمان وقف ایکٹ کے نفاذ کا مسئلہ صرف اس وجہ سے معلق ہے کہ یہ پورے طور پر اطمینان نہیں ہوسکا کہ اوقاف کی آمدنی کے پانچ فیصدی محاصل سے محکمۂ اوقاف کے اخراجات برداشت کیے جاسکینگے جبکہ بجٹ سے امداد دینے کا سوال ہی نہیں ہے۔ ساتھ ہی ساتھ صوبہ یوپی کے چیف کمشنر صاحب اوقاف ڈیڑھ سال کی محکمانہ تحقیقات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ محاصل مذکورہ محکمۂ اوقاف کے مصارف کے متکفل ہوسکتے ہیں اور اسی بناء پر اُمید کی جاتی ہے کہ محکمہ قائم کردیا جائیگا۔ ان اعتراضات کے دو سہل جواب ہیں اوّل تو یہ کہ ہم اوقاف کو دارالقضاء سے منسلک کرنا چاہتے ہیں اور ۵ فیصدی کی یافت اُس میں داخل کردینگے، جبکہ اوقاف کی جُزوی درآمد سے ایک پورے صوبہ کا محکمہ چلالینا ممکن ہے تو اور مدات کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اوّل تو آمدنی کے مخصوص ذرائع موجود ہیں اور دوئم یہ کہ محکمۂ دارالقضاء کے تحت میں صوبہ کی آبادی کے لیے رفاہ عام کی اس قدر مدات شامل ہیں کہ کوئی جمہوری حکومت حتی المقدور اُن کا بار اُٹھانے میں گریز نہیں کرسکتی جن صوبوں میں مسلمانوں کی اکثریت ہے وہاں ایسے اعتراضات کی گنجائش بھی نہیں ہے۔ علاوہ ازیں دارالقضاء کے سبب سے بعض صوبائی اخراجات میں تخفیف بھی ہونا ممکن ہے مثلاً عدالتوں کو اوقاف اور ازدواجی معاملات کے مقدموں سے سبکدوشی ہوجائیگی۔ ایسی صورت میں منصفوں کی اور اڈیشنل ججوں کی تعداد میں کمی کی جاسکتی ہے یا محکمہ تعلیم کے بعض چھوٹے

عہدیداروں میں تخفیف کی جاسکتی ہے۔ مالی مشکلات کے سوال کو کماحقہ حل کرنے کے لیے مندرجہ ذیل تجاویز پیش کی جاتی ہیں:-

(۱) اوقاف کے جزوی محاصل سے محکمۂ دارالقضار کے اخراجات برداشت کیے جائینگے۔

(۲) شرعی فتوے کے بموجب کوئی حصہ محاصل زکوٰۃ کا محکمہ کے اخراجات کے لیے مخصوص کردیا جائیگا۔

(۳) عدالتہائے قضار کی کورٹ فیس، جرمانہ، نقول اور معائنہ مثل کی آمدنی تمامتر محکمہ پر خرچ ہوگی۔

(۴) دارالقضار کی ہیئت ترکیبی میں مفاد عامہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہر ضلع میں میونسپل بورڈوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں سے امداد لی جائیگی۔ کیونکہ دارالقضار کے فرائض میں علاوہ دیگر امور کے غربا کی اعانت اور تعلیمی نگرانی بھی شامل ہے۔

(۵) زمینداروں سے جس میں مسلمان بھی کثرت سے شامل ہیں ایک مقررہ رقم صوبہ کے تعلیمی اخراجات کے لیے مالگذاری کے ساتھ وصول کی جاتی ہے۔ واردھا اسکیم کے نفاذ کے بعد یہ حساب لگایا جاتا ہے کہ تعلیمی ادارے صنعتی مشاغل کے سبب سے خود اپنے اخراجات کی کفیل ہوسکینگے۔ ایسی صورت میں یہ محاصل یا اُن کا کوئی جز مستقلاً دارالقضار کی طرف منتقل کیا جاسکتا ہے۔

(۶) مسلمان اکثریت کے صوبوں میں بے دریغ اخراجات کا بیشتر حصہ بجٹ پر ڈالا جاسکتا ہے۔ اور بعض دیگر اخراجات میں تخفیف کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے۔

(۷) ہر صوبہ میں جدید ترقیات کو نافذ کرنے کے لیے مالیات کی ترتیب ازسرنو کی جارہی ہے کوئی وجہ نہیں ہے کہ دارالقضار کو مجوزہ ترقیات کی فہرست میں نہ رکھا جائے۔

(۸) مالیات کے مسئلہ کو پورے طور پر حل کرنے کے لیے ذمہ دار، سربرآوردہ مسلمانوں کی ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی جائے جو ہر صوبہ میں دورہ کرکے اپنی سفارشات پیش کرے۔

قضات کے انتخابی شرائط

ہندوستان میں دار القضاء کے قیام کے بعد اُس کی بقاء اور نیکنامی کا دار و مدار قضات کی تعلیمی اور اخلاقی حالت پر ہوگا جس کا معیار پہلے سے مقرر کرلیا جائے۔ اس کے بعد مبتدی ایسے درکار ہونگے جو اپنے ذاتی اوصاف کی بناء پر نہ صرف مقررہ معیار تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہوں بلکہ اپنی درخشاں شخصیت کے ذریعہ سے اُس معیار کی رونق کو دو بالا کردیں۔ یہ لازم ہے کہ قضات کے انتخاب میں سلطنت کے بعض ایسے اصولوں کو ملحوظ رکھا جائے جن پر کاربند ہو کر مسلم اور غیر مسلم یکساں فائدہ اُٹھاتے ہیں مثلاً سرکاری ملازمتوں میں خاندانی امتیاز، جسمانی وجاہت اور کارکردہ عہدہ داروں کی اولاد کو فوقیت دی جاتی ہے۔ ایسے مجرّب قواعد کو متروک کرنا مناسب نہ ہوگا اور بالخصوص حکومت یافتہ خاندانوں کے افراد کو دار القضاء کی خدمات کا حامل بنایا جائے بشرطیکہ وہ اسلامی شعار اور خصوصیات کو سرتاپا اختیار کرنے پر آمادہ ہوں اور اُس کے تعلیمی نصاب کو کماحقہٗ حاصل کرچکے ہوں۔ اس سلسلہ میں یہ ضروری ہے کہ انتخاب پبلک سروس کمیشن (Public Service Commission) کے سپرد نہیں ہونا چاہیے بلکہ صوبہ کے مرکزی بورڈ کے ذریعہ سے ہونا چاہیے جس کی تشکیل دار القضاء ایکٹ کے ماتحت عمل میں آئیگی یو۔پی وقف ایکٹ ۱۹۳۶ء میں اس قاعدہ کا اقرار اور نفاذ کیا جاچکا ہے۔ نیز میونسپل بورڈوں اور ڈسٹرکٹ بورڈوں کی تمثیل بھی ہمارے سامنے ہے کیونکہ ان بورڈوں میں عمّال متعلقہ کا انتخاب بورڈ کے ہی ہاتھوں میں رہتا ہے۔

قُضات کا تعلیمی نصاب

قاضی کے عہدہ کے لیے تعلیمی نصاب کی تشریح اسکیم زیر بحث کا ایک اہم جزو ہے۔ یہ ظاہر ہے کہ اس ضرورت کے لیے اسلامی تعلیمی مراکز میں مخصوص درسی شعبہ قائم کرنا ناگزیر ہے جس کا اجراء فی الحال دیوبند، علی گڑھ اور عثمانیہ یونیورسٹی میں کیا جاسکتا ہے۔ دار القضاء کے ابتدائی مقاصد جن کی تفصیل پیش

کی جاچکی ہے صاف طور پر بتاتے ہیں کہ قاضی میں نہ صرف پیچیدہ معاملات کے سمجھنے اور شرعی قانون کے مطابق فیصلہ کرنے کی لیاقت درکار ہے بلکہ اُس میں بعض انتظامی امور کی انجام دہی کا سلیقہ اور مسلمانوں کی اجتماعی ضروریات میں عملی کاوش کی صلاحیت بھی ہونا ضروری ہے۔ دولتِ برطانیہ کے ارباب حل وعقد نے اپنی حکومت کے آغاز سے ہی انڈین سول سروس (Indian Civil-Service) کی بنیاد اس اصول پر قائم کی اور اس صیغہ کے اُمیدواروں کے لیے ایک ہمہ گیر نصاب مرتب کرکے انگلستان کی ممتاز یونیورسٹیوں کے دوش بدوش جاری کیا، چنانچہ آئی سی ایس کا پاس شدہ ضلع کا کلکٹر بھی ہوتا ہے اور عدالتی مناصب میں ججی کے اعلیٰ فرائض بھی انجام دیتا ہے۔ بوقت ضرورت وہ مختلف محکمہ جات مثلاً محکمہ ڈاک یا گورنمنٹ آف انڈیا یا صیغۂ خبررسانی وغیرہ میں نہایت اعتماد کے ساتھ ذمہ دار عہدوں پر فائز کیا جاتا ہے۔ اسی طرح پر قاضی اسلام کو بھی مختلف اوصاف اور قابلیتوں کا مجموعہ ہونا چاہیے تاکہ وہ ہر ضلع میں مسلمانوں کی شرعی امارت کا اہل قرار پائے۔

دارالقضاء کے قیام میں ایک اہم مقصد یہ بھی مضمر ہونا چاہیے کہ قضات اور وکلاء کو اصول فقہ سے واقفیت کے مخصوص معیار تک پہنچنا لازم ہو اور یہ تمام اشتغال عربی زبان کے ذریعہ سے ہونا چاہیے تاکہ کارکنانِ دارالقضاء میں اسلامی روح سرایت کرجائے اور اُن کو اسلامی علوم قدیمہ سے بھی مناسبت ہو۔ دارالقضاء کے اندرون وجوار میں صحیح اسلامی ماحول صرف اسی طرح پر پیدا ہوسکتا ہے اور یہی ماحول شرعی ضابطہ کے قیام اور شرعی تخیل کی حکومت کا ضامن ہوسکتا ہے، ورنہ محض تحریری ہدایات سے مقصد حاصل نہ ہوگا۔ یہ امر بھی واضح ہے کہ برطانوی اقتدار نے علوم عربیہ کے استیصال اور اُن کے حاملین کی تحقیر کے لیے پوری جدوجہد کی ہے تاکہ اسلام کی بنیادیں اپنی جگہ پر قائم نہ رہ سکیں اور عوام الناس سے قرآن وحدیث کی معنوی حکومت بھی باطل ہوجائے۔ یہ کوشش اپنے آخری منازل تک پہنچ چکی ہے اور ایسے وقت میں ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم کوئی قوی ردّعمل بروئے کار لائیں۔ دارالقضاء کو خالص اسلامی اصولوں پر قائم کرنے سے اور

زبان عربی کو اُس کا حقیقی آلۂ کار بنانے سے علوم دینیہ کے وقار اور ترغیب میں بعید از خیال ترقیات کا امکان ہے جس کو ہاتھ سے دے دینا ایک جانکاہ غلطی کے مرادف ہوگا۔

حقائق مذکورہ کے پیش نظر دار القضا کے تعلیمی نصاب کی تشریح حسب ذیل عنوانات پر مشتمل ہوگی:-

(۱) عربی زبان میں حدیث و فقہ پر کامل عبور (۲) عربی زبان میں تقریر اور نثر نگاری کی مہارت۔

(۳) افتار کی کامل مہارت (۴) شرعی قانونِ شہادت

(۵) شرعی ضابطہ دیوانی (۶) شرعی تعزیرات

(۷) تاریخ اسلام (۸) مختصر تاریخ ہندوستان

(۹) جغرافیہ متوسط درجہ میں (۱۰) ریاضی متوسط درجہ میں

(۱۱) مبادیات علم المعیشت (۱۲) مبادیات سائنس

(۱۳) سیاست حاضرہ کے ٹھوس مسائل جس میں اعداد و شمار کا فن شامل ہوگا

(۱۴) انگریزی زبان میں پڑھنے اور لکھنے کی پوری قابلیت

(۱۵) گھوڑے کی سواری (۱۶) فوجی قواعد کی ابتدائی مشق

اسلامی عقائد، فرائض، اور شعار کی پابندی از اوّل تا آخر لازم قرار دی جائے اور طلباء کی بود و باش میں سادگی کے ساتھ پاکیزہ تمدن داخل کیا جائے اور خدمت خلق کے عملی درس کے ساتھ وقار اور بلند حوصلگی کے جذبات کو فروغ دیا جائے۔